ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 3, 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

The Requirement and Importance of Qur'anic Sciences in Understanding the Holy Qur'an for Contemporary Issues: A Research Study

فہم القرآن کے عصری مسائل کے لئےقرآنی علوم کی ضرورت و اہمیت
ایک تحقیقی مطالعہ

Dr. Muhammad Riaz
Assistant Professor Department of Islamic Studies
Green International University, Lahore
dr.riaz@giu.edu.pk
prof.riaz786@gmail.com
Corresponding Author: * Dr. Muhammad Riaz dr.riaz@giu.edu.pk

Received: 12-04-2025 **Revised:** 13-05-2025 **Accepted:** 18-06-2025 **Published:** 24-07-2025

ABSTRACT

The Holy Quran is to act upon the real objectives of the revelation, and for this purpose, the comprehension of the text is inevitably unavoidable for solving the problems of all walks of life. This is the age of intricacy and perplexity that has fertility and fecundity for the extremism of social, moral, ethical, economic, ideological, and religious disorder, and for the solution, careless interpretation will cause irreparable human loss. The objective of this study is to elaborate on the functionality of the Quranic Sciences, like reason to reveal, abrogation, rules and regulations of the interpretation, exalted quality of Quranic diction and etymology, and objectives of dos and don'ts of Shariah in understanding the Quranic objectivity in connection with contemporary burning issues. An analytical and critical approach to research methodology is adopted to disclose how a profound conception of the Quranic Sciences is indispensable for a real exegete to resolve the burning issues. The inference of the study leads to the fact that without the proper application of the Quranic Sciences, extremism will emerge in all social, moral, and religious circles.

Keywords: *Quranic Sciences, Interpretation, Objectivity of the Revelation, Irreparable Human Loss, Real Exegete*

قرآنِ مجید معانی ومعارف کا ایک ایسا سمندر ہے جس کے کنارے کا تصور نہیں اور گہرائی کا ادراک نہیں ،کون سا علم ہے جس کا یہ عظیم المرتبت کتاب احاطہ نہیں کئے ہوئے؟ یہ شعری دیوان نہیں ،کیاکسی کے مجموعہٗ کلام میں ایسا آہنگ و سرود ہے؟یہ انشاء پردازی کی کتاب نہیں ،کیا کسی اور کتاب میں اس کی طرح کے فنی محاسن موجود ہیں؟ یہ تاریخ کی کتاب نہیں، کیا اس میں اقوامِ گذشتہ کے حالات نہیں؟یہ معاشیات کی کتاب نہیں، کیا اس میں اس میں اسلام کے بنیادی معاشی نظریات نہیں؟یہ نفسیات کی کتاب نہیں، کیا اس میں نفسِ انسانی کو موضوعِ سخن نہیں بنایا گیا؟ یہ نباتیات و حیا تیات کی کتاب نہیں ،کیا اس میں نباتیاتی وحیاتیاتی ابحاث نہیں؟یہ عمرانیا ت کی کتاب نہیں، کیا اس میں عمرانی وسماجی مسائل کا حل نہیں؟یہ فلسفۂ اخلاق کی کتاب نہیں،کیا اس میں اخلاقی اقدار کا بیان نہیں؟یہ فنِ سپہ گری اورحربہ کا ری کی کتاب نہیں،کیا اس میں اصولِ جہادو قتال کا بیان نہیں؟یہ قانونی ضابطوں کی کتاب نہیں،کیا اس میں عائلی وازدواجی زندگی کے ضا بطۂ اخلاق سے لیکر قوانینِ بین الاقوام تک ہر قسم کے قوانین کے لئے اصولِ قانون موجود نہیں؟الغرض علوم خواہ آسمانی ہوں یا زمینی ،خاکی ہوں یا افلاکی، روحانی ہوں یا جسمانی، طبیعاتی ہوں یا مابعدالطبیعاتی، قرآ ن سے بہتر علوم کا کوئی مآخذنہیں اور قرآ ن سے بہتر علوم کی ارتقا ئی منازل کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی کو ئی نہیں۔

<u>بحیثیت ضابطۂ حیات قرآن مجیدوسعتوں کا متقاضی</u>

قرآن مجید کی ایک حیثیت ہےجیسا کہ کتب سابقہ کا بھی ایک مقام اور مرتبہ رہا ہے ۔اور یہ مقام اور مرتبہ ان کتب کے دائرۂکار اور ان رسولوں کی رسالت کے دائرۂ عمل کی حدود سے متعلق ہؤا کرتا تھا۔ جملہ رسل کی رسالت اورانبیاء کی نبوت زمانی ومکانی حدود میں محدود ہؤا کرتی تھی۔اور یہی کیفیت ان پر منزل کتب کی رہی ہے۔ ذرا غور کیا جائے اس حقیقت پر کہ رسول

کے بعد رسول تشریف لاتے رہے اور ان کی مدد اور ان کی اقوام کی ہدایت کےلئے اللہ رب العزت وحی کا نزول فرماتا رہا یعنی کتب وصحائف سے اقوام عالم کوبذریعہ رسل نوازتا رہا۔ختمی مرتبت محمدرسول اللہﷺپر سلسلۂ نبوت ورسالت ختم ۔اب جبکہ آپﷺ کے بعد کوئی نبی ورسول نہ آئے گا کوئی بھی مبعوث نہ ہوگا۔نبوت کے خاص اوصاف سے متصف ہوکر اب کوئی نہ آئے گا ۔تو آپﷺ پر منزل کتاب کے بعد کسی کتاب کا نزول نہ ہوگا اور پھر یہ بھی تو ایک امر مسلم ہے کہ نبی آخرالزماںﷺ کی ذات پاک میں تمام تر نبوی اوصاف ومحامد کا ایک حسین مرقع ہے ۔آپ ﷺسیدالاولین وسید الآخرین ہیں۔آپﷺ امام الانبیاءوالمرسلین ہیں،آپ ﷺخاتم النبین ہیں ،آپﷺ خاتم المعصومین ہیں آپ ﷺرسول العالمین ہیں،آپﷺ کی رسالت میں آفاقیت وعالمگیریت ہے۔یہ امر مسلم متقاضی تھا کہ آپ پر منزل کتاب بھی وسعتوں کا بے پیدا کنار سمندر ہو،جوکہ ہے۔چونکہ قرآن مجید ضابطہ حیات ہے اور اس کاتعلق حیاتِ انسانی سے ہے اوریہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی رویوں کے زاویوں کی تعداد لامتناہی ہے اور اہداف قرآنی کا تقاضا تھا کہ قرآن وسعتوں میں ایک بے پیداکنار سمندر ہو۔ یہ مانا کہ ابتدائی طور پر ابتدائی تہذیبوں میں انسانی زندگی اپنی چند ایک سرگرمیوں کی حد تک محدود تھی۔ مگر اب انسانی زندگی کے کروڑوں گوشے ہیں اور ان میں لاکھوں کی تعداد میں روزانہ کی بنیاد پر اضافہ ہؤا جارہا ہے ۔ اب قرآن مجید نے تو انسان کو اس کی زندگی کے ہر گوشے کے لئے راہنمائی فراہم کرنا ہے ۔ انسانی زندگی کے ہر گوشے اور زاویے کے لئے رہنمائی فراہم کرنا اس کی مقصدیت ہے، اس کی یہی مقصدیت اس کی وسعتوں کی متقاضی ہے۔

یوں تو انسانی اعمال کے اہداف ہزاروں ہو سکتے ہیں لیکن ان کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ،دنیوی اہداف اور اخروی اہداف۔انسانی اعمال اور سرگرمیوں کےمقاصد کسی ایک یا بعض دفعہ دونوں سے ہی جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔پھر ایک اور تلخابۂ زیست کا بھی انسان کو سامنا ہے،وہ یہ کہ اسے اپنی تمام تر زندگی کسی ایک گوشہ میں بیٹھ کر نہیں گزارنا ہوتی ،اور انسان کو ایک جیسے حالات کا سامنا بھی نہیں۔اس پر صبح نور کا اجالا بھی ہوتا ہےجس میں وہ شاداں وفرحاں یہ فراموش کرکے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے کہ اسے کبھی آتش غم کی آنچ پہنچ سکتی ہےاوردوسری طرف اسے تیرگئ شبِ دیجور کا بھی سامنا کرنا ہوتا ہے ۔اور وہ کبھی آس تو کبھی یاس کا شکار ہوجاتا ہے۔انسان مجبور ہے کہ گردشِ لیل ونہار سے اٹھتے طوفانوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ایسے میں آغوش مادر کی عافیتوں سے لے میدان جنگ میں منڈلاتے موت کے سائے اس کی راہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔اگرچہ اللہ رب العزت ہی رازق ہے لیکن فکر معاش کے لئےانسان کو بھی خاک چھاننا ہے۔انسان ایک معاشرتی اکائی ہے ،اسے معاشرہ میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا ہے لیکن اسے معاشرتی زندگی کے قیام و دوام کے لئے طرح طرح کی عصبیتوں اور مقابلوں کے سامنے سدراہ ہونا ہوتا ہے۔اس کا اور اس کے خالق کا بھی ایک تعلق ہے اور اس تعلق کے کچھ تقاضے ہیں جنہیں انسان پر پورا کرنا ہے۔ حقوق وفرائض ہیں اور حقوق وفرائض کا ایک تنازعہ بھی ہے۔ان تمام امور کے لئے انسان کو راہنمائی چاہئے اس ضرورت اور احتیاج کو قرآن مجید سے بہتر کہیں سے بھی پورا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انسان اللہ رب العزت کی مخلوق ہے اور قرآن مجید اللہ رب العزت کا کلام۔''قرآ نِ کریم وہ صحیفۂ حیات ہے جو انسان کو اپنے خالق ومالک کا پتہ دیتا ہے۔ مقامِ انسا نیت سے آ گاہ کرتا ہے ۔ معا ملا تِ حیا ت کو سنوارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ چا ہے ان کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے ، حالتِ امن میں عبا دت وریاضت سے ہو یا حالت جنگ میں شجاعت وبہادری سے ،ان کا تعلق معاشر ت سے ہو یا معاش سے،تجا رت سے ہو یا سیاست سے۔ الغرض وہ ایک عام شہری ہو یا حاکمِ وقت، قرآ نِ کریم زندگی کے جمیع معاملات میں ہر ایک کی اتنی حسین اور دلکش راہنمائی فرماتا ہےکہ جو بھی اپنی حیاتِ مستعار کو اس کے احکام اور نصیحت کے تابع بنالے ناکامی اس کے قریب دم نہیں مار سکتی۔یہ قرآن ہی کا فیضان ہے کہ اس نے عرب کے بدوؤں اور تہذیب وثقا فت سے نا آشنا لوگوں کو دنیا کا امام بنا دیا۔حقوقِ انسانیت اور آدابِ معا شرت سے ناواقف لوگوں کو ہا دی اور رہبر بنا دیا۔''[1]آئے روز سائنسی ترقی انسان کے لئے ایک طرف تو آسانیاں پیدا کررہی ہے مگر اس کے ساتھ ہی مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں ،بلکہ مسائل کے ابھرنے کا تناسب سائنسی ترقی سے کہیں زیادہ ہے۔مسائل کے حل کی ذمہ داری کے لئے ضروری تھا کہ یہ آخری نظامِ ہدایت ہر وسعت سے وسیع ہو اور ہرپیش آمدہ مسئلہ کا ناقابل تردید حل فراہم کرے،توقرآن مجید ایساہی تو ہے۔

<u>قرآنی علوم کی وسعت</u>

قرآ ن کی استدلالی قوت و ثقاہت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہےکہ کسی بھی علمی قضیہ پر دلائل کے انبار کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جا تا ہےاگر مدِ مقابل کوئی کلمۂ قرآنی آجا ئے۔اس بحرِ زخار میں ہر آ ب وتاب اور ہرچمک دمک کا گہرِ بے مثال پایا جاتا ہےبس غوطہ خور کا جوہری اور جوہری کا کچھ اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہیں ۔یہی اوصاف قرآنی علوم کہلاتے ہیں۔لیکن ان اوصاف کو حدودِ شمار میں محدود کرنا سعئ لا حاصل ہے۔علماء نے قرآنی علوم کی تعداد کئی ہزار بتائی ہے۔علوم کی کثرت کے لئے اگر فلک بوس پہاڑ کا استعارہ استعمال کریں تو اس پہاڑ کی چوٹی کو سر کرنا محال ہے۔اگر صحرا کا استعارہ لیا جائے تو اس صحرا کی ریت کے ذرّات کو شمار کر نا اور وسعتوں کو عبور کرنامحال ہے۔اگر اس کےلئے سمندر کا استعارہ لیا جائے تو اس کے پانیوں کے قطرات کا شماراور اس کی گہرائی تک رسائی محال ہے۔اگر اس کے لئے افلاک کا استعارہ لیا جائے تو افلاک کے ستاروں کا اور افلاک کی وسعتوں کی تحدید محال ہے۔

---

[1] پا نی پتی،ثناءاللہ،قاضی،(س،ن).تفسیر مظہری،ج:1،ص:11،لاہور،ضیاء القرآن پبلیکیشنز

> ''قرآنی علوم بے شمار اور بے حدوبے حساب ہیں۔ ان کی انواع واقسام بہت زیادہ ہیں۔ انہیں بیان کرنے سے قول عاجز ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بلیغ اور کامل کیوں نہ ہو اور قول کا دامن اپنی وسعت کے باوجود ان علوم اور ان کی انواع و اقسام کو سمیٹنے کے لئے تنگ ہے۔''[2]

قرآن مجید کے کسی بھی وصف کی طرف جب بھی کسی کا بھی دھیان گیا تو یہ حقیقت مد نظر رکھی گئی کہ یہ اللہ رب العزت کا کلام ہے اور کلام وہ صفت ہے کہ جملہ لاتعداد و لامحدود اوصاف کا مجموعہ ہے ۔اب ان اوصاف کی موجودگی میں قرآنی علوم کی تعداداور تعدد کی ناپ تول کیسے ممکن ہے۔ انسان اپنی محدود صلاحیتوں کے بل پر لاتعداد ولامحدود کا محاسبہ کیسےکرسکے ،یہ محال ہےہاں یہ تو ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص کے علم میں اس کسی خاص تعداد میں علوم قرآنی تھے۔ یہ اس انسان کے علم کی حد بندی ہوگی نہ کہ قرآنی علوم کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہی خوب کہا کہ

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصرت عنہ افہام الرجال [3]

قرآن میں تمام تر علوم ہیں لیکن انسان کا فہم ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ امر انتہائی حیرت انگیز ہے کہ انسان جوں جوں شعور کی منازل طے کرتا ہے ان اشیاء و امور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جن کے بارے میں انسان کو علم نہیں ، انسان کو ان اشیاء کی ماہیت وہیئت کے بارے میں علم چاہئے، یعنی شعور بڑھا تو لاعلمیت کا ادراک ہؤا اور ان اشیاء جن کے بارے میں علم نہیں ،کی فہرست بڑھتی گئی اور قرآن مجید کے علوم کی فہرست بھی بڑھتی گئی کیوں کہ انسان جب اپنے سوالات کے لئے قرآن مجید کی طرف رجوع کرے گا تو اسے ہر سوال کا جواب ملے گا ،یہ بھی قرآن مجید کا معجزہ ہے۔

عجائباتِ قرآن

قرا نِ کریم کے عجائبات ومعجزات میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے عجائبات لاتعداد ہیں اور اس تعداد میں ہر لمحے اضافہ ہی ہؤا جارہا۔قرآن کا مطالعہ جس زاویے سے بھی کریں انسانی علوم کم پڑ جائیں گے قرآن کے معارف ہیں کہ بڑھتے ہی جائیں گے۔عام طور پرایک قاری کسی کتاب کو اچھی طرح پڑھ لینے کے بعد یہی کہتا سننے میں آیا ہے کہ اس کتاب کو میں نے اچھی طرح اور پوری توجہ کے ساتھ پڑھا ہے اب مجھے اسے مزید پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ اب اسے پڑھنے سے میرے علم میں اضافہ نہیں ہورہا،لیکن قرآن مجید سے متعلق ایسا نہیں کیونکہ اسے جب بھی پڑھا جائے ہر بار علوم ومعارف کے نئے آفاق دریافت ہوتے ہیں،یہ قرآن مجید کے عجائبات کا پہلو ہے جس سے کسی کتاب کو کوئی حصہ نہیں ملا۔

> ''قرآن فہمی کے لئے بہت سے علوم ضروری ہیں جن کا ذکر اہلِ تفسیر نے کیا ہے۔اس سلسلہ میں ایک قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ قرآن کے مطالعہ کے دو طریقے ہیں۔ایک ہے فنی مطالعہ اور دوسرا مطالعہ وہ ہے جو قرآن سے نصیحت لینے کے لئے کیا جاتا ہے۔جہاں تک قرآن کے فنی مطالعہ کا تعلق ہے،اس سلسلہ میں بہت سے علوم کی ضرورت ہو سکتی ہےحتّٰی کہ ان علوم سے بھی زیادہ جن کا ذکر اہلِ تفسیر نے کیا ہے۔اگر اس حدیث کو سامنے رکھا جائے:لاتنقضی عجائبہ(قرآن کے عجائب کبھی ختم نہ ہونگے)تو یہ کہنا غلط نہ ہو گاکہ ان علوم کی فہرست ہر دور میں بڑھتی رہےگی اور وہ کبھی ختم نہ ہو گی۔''[4]

قرآن مجید کے عجائبات ومعجزات پر غور کرنے سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ تمام معجزات واعجاز اس امر کے دلائل ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے یہ کسی بشر کا کلام ہوہی نہیں سکتا۔اب ایک اور اہم بات جو عجائبات واعجاز قرآنی سے متعلق ہے کہ قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں ہے ،لہٰذا اس کے اعجاز کا اندازہ صرف اہلِ عرب وہ جو عربی زبان وادب میں مہارت رکھتے ہیں وہی کرسکتے ہیں۔انہیں کا اندازہ اور انہیں کا تبصرہ معتبر سمجھا جائے گا۔اہلِ عرب بجا طور پر اپنے علاوہ سب کو عجمی (گونگے)کہتے تھےشاعری ان کے مزاج کا حصہ تھی ،ایک دیہاتی چرواہے سے لے کرقوم کے سردار تک سب شاعری کے اعتبار سے اچھا ذوق رکھتے تھے،سخن گوئی کے علاوہ ان کے ہاں سخن فہمی کے بھی اعلیٰ معیارات تھے۔ان ایسوں کو اس اعلان کے ساتھ للکارا گیا۔

---

[2] نیشاپوری،الواحدی،ابوالحسن،علی بن احمد،(2005ء).اسباب النزول القرآن، ص:10،کراچی،دارالاشاعت
[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،ج:11،ص:398،بیروت،دارالفکر
[4] خان،وحید الدین،(2001ء).مطالعۂ قرآن،ص:19،نیودہلی،الرسالہ

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا[5]

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قرآن سنا کر کہیں غائب نہیں ہو جاتے بلکہ تمہارے درمیان ہی رہتے سہتے ہیں ۔ تم ان کی زبان سے قرآن بھی سنتے ہو اور دوسری گفتگوئیں اور تقاریر بھی سنا کرتے ہو ۔ قرآن کے کلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کلام میں زبان اور اسلوب کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ کسی ایک انسان کے دو اس قدر مختلف اسٹائل کبھی ہو نہیں سکتے ۔ یہ فرق صرف اسی زمانہ میں واضح نہیں تھا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ملک کے لوگوں میں رہتے سہتے تھے ۔ بلکہ آج بھی حدیث کی کتابوں میں آپ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے موجود ہیں ۔ ان کی زبان اسلوب قرآن کی زبان اور اسلوب سے اس قدر مختلف ہیں کہ زبان و ادب کا کوئی رمز آشنا نقاد یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں ۔[6]

اہل عرب کو اپنے ادبی ورثہ اور زبان کی فصاحت اور بلاغت پر بجا طور پر ناز تھا ، وہ اس ضمن میں کسی اور قوم کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔انہوں نے قرآن مجید سے متعلق کہہ دیا کہ یہ تو انسانی کلام ہے وحی نہیں ۔ان کے اس اعتراض بے جا کے جواب میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اگر یہ انسانی کلام ہے تو انسان تو تم بھی ہو ،تمہیں اپنی زبان دانی کے دعوے بھی بہت ہیں ، تم میں سے کوئی ایک نہیں ،تمام مخلوق اجماعی کوشش کر کے دیکھ لو ،تم اپنے ان جھوٹے خداؤں اور ان سب کو بلالو جن سے تم نے نجات کی امیدیں باندھ رکھی ہیں ،اللہ وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر کی تم پوجا کرتے ہو ان سب کو بلا لو اور سب مشترکہ کوشش کر کے دیکھ لو ،اور پورے قرآن نہیں کسی ایک سورہ بھی نہیں بلکہ اس کی کسی سورہ کی کسی ایک آیت کی مثل کوئی جملہ تم بھی لے آؤ ۔تم نہیں لاسکتے ہر گز نہیں لاسکتے۔

اگرچہ یہ للکار اللہ رب العزت کی طرف سے تھی لیکن کفار نے تو محمد ﷺکی زبان سے سنی تھی ،انہوں نے یہ دعوت مبارزت آپ ﷺکی زبان سے سنی تھی اور آپ وہ کہ زندگی بھر کبھی شعر گوئی نہ کی اور نہ ہی کبھی کسی محفل مشاعرہ میں شرکت ہی کی،اس سے ان میں غم وغصہ کی ایک عجیب وغریب سی لہر دوڑ گئی کہ ہمیں چیلنج بھی کیا تو اس شخص نے کہ شاعری جس کے مزاج میں ہی نہیں۔اب چونکہ انہوں نے کچھ آیات سن رکھی تھیں،جن کا وہ سر بزم تو انکار کرتے تھے لیکن اپنے تئیں ان آیات کےمحاسن پر غور وفکر کر کے شکست خوردنی کی کیفیت میں مبتلا ہوتے جاتے تھے۔کفار عجیب سی پیچ وتاب اور سوزو گداز کی کیفیت سے دوچار ہو چکے تھے،ایک طرف یہ کہ ان کو اپنےبتوں اورآباواجداد کے دین سے بے پناہ محبت تھی اور دوسری طرف کہ وہ ان کے دفاع میں ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نکال نہ سکتے تھے۔اسی اذیت میں تھے کہ ایک اور للکار نے ان کو ایسا کردیا کہ نہ دن کو سکون اور نہ رات کو آرام۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ[7]

ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اُتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچّے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالٰی کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو ۔

ہم نے جو قرآن پاک اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے اسے اگر تم ہمارا کلام نہیں مانتے تو تم اور تمہارے مددگار سب مل کر پورا قرآن نہیں صرف ایک سورت تو اس جیسی بنا لاؤ ۔ جب تم ایسا نہیں کر سکتے اور اس سے عاجز ہو تو پھر اس قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کیوں شک کرتے ہو؟ اپنے ہم فکر اور مددگار سب کو جمع کرو تو بھی تم سب ناکام رہو گے ۔ مطلب یہ ہے کہ جنہیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے انہیں بھی بلا لو اور ان سے بھی مدد چاہو پھر اس جیسی ایک سورت ہی تو بنا لاؤ۔[8]

یہ کوئی اہل عرب کی جملہ صلاحیتوں میں سے کوئی کمزور پہلو نہ تھا کہ انہیں للکار کر اپنی فتح کا اعلان کیا جائے بلکہ اہل عرب کو تو اپنی زبان دانی ، شعرگوئی اور انشاپردازی پر بڑاگھمنڈ تھا اور یہ اس عہد کا سب سے ترقی یافتہ علم وفن تھا جس میں اہل عرب کو باقی تمام اقوام پر فوقیت حاصل تھی۔جب ان کو اس گوشے سے للکار پڑی اور پھر ان کو خفت وخجالت کا سامنا کرناپڑا تو حواس کھو بیٹھے۔کچھ اہل دانش وبینش نے تو دبے الفاظ میں ہی سہی بہرحال اعتراف کرلیا۔"پھر صرف یہی نہیں کہ یہ شعلہ بیان خطیب اور آتش نوا شاعر قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکے، ۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس کلام کی حیرت انگیز تاثیر کا کھل کر اعتراف کیا، امام حاکم اور بیہقی " نے قرآن کریم کے بارے میں ولید بن مغیرہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

---

[5] القرآن،88:17
[6] مودودی،سید ابوالاعلٰی، تفہیم القرآن،جلد:2،ص:642،لاہور،ادارہ ترجمان القرآن
[7] القرآن،23:2
[8] تفسیر ابن کثیر،ج:1،ص: 98

والله ان لقوله الذي يقول حَلاوَةً وان عليه الطلاوة ..... وانه ليعلو وما يُعلی،

خدا کی قسم ! جو یہ کلام بولتے ہیں اس میں بلا کی شیرینی اور رونق ہے یہ کلام غالب ہی رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا۔یہ ولید بن مغیرہ ابو جہل کا بھتیجا تھا، ابو جہل کو جب یہ پتہ چلا کہ میرا بھتیجا اس کلام سے متاثر ہو رہا ہے تو وہ اسے تنبیہ کرنے کے لئے اس کے پاس آیا، اُس پر ولید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ! تم میں کوئی شخص شعر کے حسن و قبح کو مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں ، خدا کی قسم محمدﷺ جو کہتے ہیں شعر کو اس کے ساتھ کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں ہے۔اسی ولید بن مغیرہ کا واقعہ حضرت ابن عباس نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جب موسم حج آیا تو اس نے قریش کو جمع کر کے کہا کہ موسم حج میں عرب کے مختلف قبائل یہاں آئیں گے ، اس لئے محمد ﷺکے بارے میں کوئی ایسی بات طے کر لو کہ پھر باہم کوئی اختلاف نہ ہو، قریش نے کہا کہ ہم لوگوں سے یہ کہیں گے کہ محمد ﷺکا ہن ہیں ، ولید نے کہا ،خدا کی قسم ! ان کا کلام کا ہنوں جیسا نہیں ہے، قریش نے کہا کہ پھر ہم انہیں مجنون کہیں گے ، ولید بولا کہ ان میں جنون کا شائبہ تک نہیں، قریش کہنے لگے کہ پھر ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہیں ، ولید نے کہا کہ شعر کی تمام اصناف سے میں واقف ہوں، یہ کلام شعر ہر گز نہیں ہے، قریش نے کہا کہ پھر ہم انہیں جادو گر کہدیں ؟ ولید نے پہلے اس کا بھی انکار کیا، مگر عاجز آکر اس پر فیصلہ ہوا کہ جادو گر کہا جائے ، کیونکہ یہ ایسا جادو ہے جو باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں تفریق کرا دیتا ہے۔اسی طرح عقبہ بن ربیعہ قریش کے سر بر آوردہ لوگوں میں سے تھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصالحت کی گفتگو کرنے آیا، آپ نے سورۃ السجدہ کی ابتدائی آیات اس کے سامنے تلاوت فرمائیں، وہ ہمہ تن گوش سنتار ہا، یہاں تک کہ آپ نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا، تو وہ بدحواسی کے عالم میں اُٹھ کر سیدھا گھر چلا گیا، لوگ اس کے پاس گفتگو کا نتیجہ معلوم کرنے آئے تو اس نے کہا " خدا کی قسم احمد نے مجھے کو ایسا کلام سنایا کہ میرے کانوں نے تمام عمر ایسا کلام نہیں سنا، میری سمجھ میں نہ آسکا کہ میں کیا جواب دوں "[9] ولید بن مغیرہ اور عقبہ بن ربیع کوئی عام لوگ نہ تھے ۔ ان کا مروجہ علوم کے ماہرین میں شمار ہوتا تھا ،ان کی ہمہ دانی کے پرچم قرآن مجید کی عظمت ولالت کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ یہی دو نہیں سب کا یہی حال تھا کہ جب قرآن مجید سنتےاور اس کا مروجہ انسانی علوم سے موازنہ کرتے تو قرآن مجید کیحقانیت ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی۔یہ اور مزید سینکڑوں روایات شاہد ہیں کہ کفار قرآن مجید کے سامنے سر نگوں تھے ،یہ سر نگوں ہونا ظاہر کرتا ہے کہ انہیں اقرار قلب کی منزل میسر تھی جسے وہ دنیوی ہوس کے پیش نظر دلوں میں دبائے ہی مر گئے انہیں اپنی سرداری اور چوہدھراہٹ کی فکر دامن گیر تھی اور یہ ان کا فہم مبنی بر وہم تھا چشم عالم نے دیکھا کہ قران نے تو اہل اسلام کی عظمتوں ،سیادتوں اور سعادتوں کے شملے مزید اونچے کئے ہیں۔بہر حال وہ جب آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے کو کہتا کہ قرآن واعی کسی انسان کا کلام نہیں تو دوسرے کا دل تو اس حقیقت کا اعتراف کرتا لیکن اس کی زبان اس کا ساتھ نہ دیتی اور وہ کہتا کہ لگتا ہے تمہارے اوپر نعوذباللہ محمدﷺ کے جادو کا اثر ہو گیا ہے اور یوں بات آئی گئی ہو جاتی۔

تفسیر اورقرآنی علوم

قرآنی علوم سے متعلق علمائے کرام کی دو انتہائی آراء ہیں اور انتہائی آرا ء کے درمیان بے شمار آراء موجود ہیں۔قرآنی علوم سے متعلق کوئی بھی مثبت رائے قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان آراء کا مطالعہ کیا جائے۔علمائے کرام کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ جو بھی علوم و فنون قرآن کی تفسیر بیان کرنے کے لئے درکار ہیں ان کوقرآنی علوم میں شامل کیا جائے گا۔ اور بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اب تک جتنی بھی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں ان کو ہی قرآنی علوم کہیں گے۔ ’’قرآنی علوم سے مراد وہ تمام علوم ومعارف ہیں جو علمائے کرام اور مفسرین اور مفکرین ملت نے گذشتہ چودہ سو سال کے دوران میں قرآن مجید کے حوالے سے مرتب فرمائے ہیں۔ایک اعتبار سے اسلامی علوم و فنون کا پورا ذخیرہ قرآنِ مجید کی تفسیر سے عبارت ہے۔آج سے کم وبیش ایک ہزار سال قبل مشہور مفسرِ قرآن اور فقیہہ قاضی ابو بکر ابن العربی نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جتنے علوم وفنون ہیں جن کا انہوں نے اس وقت اندازہ سات سو لگایا تھا،وہ سب کے سب بالواسطہ یا بلا واسطہ سنتِ رسول اللہ ﷺ کی شرح ہیں اور سنتِ رسول اللہﷺ قرآنِ مجید کی شرح ہے۔اس اعتبار سے مسلمانوں کے سارے علوم و فنون علوم القرآن کی حیثیت رکھتے ہیں۔‘‘[10] علمائے کرام معاشرہ اور معاشرتی مسائل سے متعلق بہت حساس رہے ہیں اور وہ پیش آمدہ مسائل کو قرآن مجید سے حل کرنے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں اور مسائل کا یہ حل ہی اس عہد کی تفسیر ہؤا کرتا تھا۔اس طرح مسائل کا یہ حل تفسیری ادب میں اضافہ کا سبب بنتا رہا اور قرآنی علوم کی فہرست میں اضافہ ہوتا رہا۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ ہر عہد کے اپنے تقاضے رہے ہیں ،ہر زمانے کے اپنے مسائل تھے اور ہر دور کےا نسان کی مشکلات ،سوالات اور مسائل پچھلے حل شدہ مسائل سے بالکل عجیب وغریب اور نئے رہےہیں علمائے کرام نے جب ان سوالات کو قرآن مجید سے تلاش کیا تو تفسیر بن گئی اور یوں جب نئے نئے سوالات کی تشفعی ہوتی گئی تو وہ آنے والے ادوادر کے لئے قرآنی علوم ٹھہرے، اسطرح قرآنی علوم کی تعداد لامحدود ہے۔انسانی کی فطرت یہ کہ یہ بہت کچھ نہیں جانتا اور قرآن مجید اور صاحب قرآن کا منصب یہ کہ اے انسان جو تجھے نامعلوم ہے وہ ہمیں معلوم ہے۔ویعلمکم ما لم تکونو تعلمون۔

---

[9] علوم القرآن،تقی عثمانی ،ص: 253

[10] غازی،محمود احمد، ڈاکٹر،(س،ن).محاضراتِ قرآنی،ص:283،لاہور،الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب

جس طرح قرآن مجید اپنے موضوعات میں وسعت رکھتا ہے اسی طرح ان موضوعات کے افہام کے لئے بھی علوم کے ایک وسیع ذخیرہ کا تقاضاکرتا ہے۔ قرآن مجید کی آفاقیت و عالمگیریت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ انسان کو پر پیش آمدہ مسئلے کا اس میں حل ملے اور ہر مسئلے کا حل علمی اور قطعی بنیادوں پر ہو ،پھر بھی یہی کہنا احتیاط پر مبنی ہو گا چونکہ یہ اللہ رب العزت کا کلام ہے لہٰذا یہ اور اس کے اندر اور اس کے فہم کے لئے علوم کی تعداد اور ان علوم کی وسعت لامحدود ہے۔ ''بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن کی ہر ایک آیت کے لئے ساٹھ ہزار فہم ہیں لہٰذا یہ قول صاف دلالت کر تا ہے کہ قرآن کے معانی سمجھنے کے بارے میں ایک بے حد وسیع میدان اور بے حد کشا دہ جولان گاہ موجود ہے۔''[11] روزمرہ مشاہدہ کی با ت ہے کہ بارِ گراں کو اٹھا نے کے لئے چند قوتوں کو جمع کرنا پڑتا ہے اور اگر بوجھ اپنی ثقالت میں لامحدود ہو تو لا محدود قوتوں کو مجتمع کرنا ہو گا۔ قرآنِ مجید کائناتِ خلق وامراور ہست وبود جو کہ لا محدود ہے ،کےمتعلق علمِ الٰہیہ کا ترجمان ہےقرآ نِ مجید علوم ومعا رف کا بحرِ بے کراں ہے اور انسان کی رسائی کی حیثیت ایک قطرے سے بھی کم تر ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا[12]

'' تمہیں اس کے متعلق بہت کم علم دیا گیا ہے''

''ابنِ ابی حمزةؓ نےحضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں چاہو ں تو ستر اونٹوں کومحض ام القرآن کی تفسیر سے بار کر دوں تو بے شک ایسا کر سکتا ہوں۔''[13]

اللہ رب العزت کی قدرت یہ کہ کائنات ہست وبود اس کے دست قدرت میں محیط ہے ،قرآن مجید اللہ رب العزت کا کلام اور اس کے علاوہ سب مخلوق،اب جس طرح مخلوق کی خالق کے حضور کوئی نسبت وحیثیت نہیں اسی طرح مخلوق بھلے وہ اشرف المخلوقات ہی کیوں نہ ہو اس کی اور اس کے علم کی اور ہر طرح کی صفات کی اس کے خالق اور اس کی جملہ صفات کی کیانسبت؟خالق کے کلام میں سے ایک ایک حرف اپنے اندرمخلوق کے لئے معانی و معارف کے لامتناہی جہان رکھتا ہے۔ ''حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی شرح و بسط کے ساتھ تفسیر کسی کے بس کی بات نہیں وہ قرآن جو منبع علوم وفنون ہو،امام شعرانی نے جس کے علوم نو ہزار نو سو ننانوے گنوائے ہیں،علامہ بیجوری نے بقول صاحبِ فیوضاتِ ملکیہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار علوم کا ذکر کیا ہے۔اسی میں ہے کہ علی خواص فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کے معانی کے ضمن میں مجھ پر ایک لاکھ چالیس ہزار نو سو نو علوم منکشف ہوئے ہیں،نیز جلال الدین سیوطی قاضی ابو بکر بن عربی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کے علوم ستتر ہزار چارسو پچاس ہیں ۔''[14]

قرآن مجید کا طالبعلم طلبِ علم میں اپنی قوائے عقلیہ کو بروئے کارلاتے ہوئےجس قدر آگے بڑے ،قرآنی علوم ومعارف ان پر اسی تناسب سے منکشف ہوتے گئے اور ان کی چشم حیرت مزید کسی اگلے جہانِ آئینہ خانہ میں مبتلا ہوتی گئی اور ایسے جہان لاتعداد ہیں۔عام طور پر اہل دین عوام کے اندر یہ تاثر ہے کہ ہمارے دینی عبادات و عقائداور معاملات کا علم تو قرآن مجید سے لیا جاسکتا ہے لیکن دنیوی امور سے متعلق شاید قرآن مجید میں راہنمائی نہیں۔ یہ قرآن صرف دینیات واسلامیات یا مابعدالطبیعات کو ہی بیان نہیں کرتا بلکہ اس میں طبعی ومادی علوم کے بنیادی ومبادی اصول موجود ہیں۔

''علامہ المرسیؒ قرآنی علوم پرگفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علمِ ہیئت کا تذکرہ بہت سی سورتوں میں آیا ہےجن میں ملکوت السموت ولارض ایسے الفاظ مذکور ہیں اسی طرح عالمِ بالا اور عالمِ زیریں اور ان میں پیدا کی گئی مختلف مخلوقات کا ذکر ہے۔انطلقوالیٰ ظلّ ذی ثلاث شعب ۔میں 'علمِ ہندسہ' ہے۔علمِ نجوم کے بارے میں بہت سی آیات ہیں وکان بین ذالک قواماً۔ میں 'علمِ طب' ہےسورتوں کے ابتدائی حروف میں مقطعات میں 'الجبروالمقابلہ' ہے اور سابقہ امتوں اور موجودہ امتوں کی عمروں کا ذکر ہے،دنیا کی عمر وغیرہ کا تذکرہ ہےوطفقا یخصفٰن میں درزیوں کے متعلق علم اور اٰتونی زبرالحدید میں لوہے کے متعلق علم،اصنع الفلک میں لکڑی کے متعلق علم،نقضت غزلھا میں کپڑا بننے کا علم افرءیتم ما تخرصون میں زراعت کا علم،اسی طرح علم، شکار،رنگریزی،کتابت، پکوائی،کھانا پکانا وغیرہ علوم مختلف انداز میں مختلف قرآنی آیات میں مذکور ہیں۔''[15]

اہل علم نے علوم کی متعدد اقسام بیان کی ہیں۔بنیادی طور پر علوم کی تین اقسام ہیں مذہبی علوم ،طبعیاتی علو م اور مابعدالطبیعاتی علوم۔ قرآن مجید میں ہر تین قسم کے علوم اور ان کی لاتعداد اقسام کا بیان موجود ہے ۔اب اگر کمی یا کوتاہی ہے تو وہ انسان کی

---

[11] سیوطی، جلال الدین، امام،(س،ن).الاتقان فی علوم القرآن،ج:2،ص:217،لاہور،مکتبۃالعلم
[12] القرآن، 85:17
[13] سیوطی، جلال الدین، امام،(س،ن).الاتقان فی علوم القرآن،ج:2،ص:419،لاہور،مکتبۃالعلم
[14] قادری، افتخار احمد،(س،ن).فضائلِ قرآن،ص:18،کراچی،ضیاء الدین پبلشرز
[15] احمد جیون، ملا،(س،ن).تفسیراتِ احمدیہ،ص:18،لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز

طرف سے ہےمثلاً ایک راہ چلتا مسافر راستہ بھول جاتا ہے یا راہ پر چلنے سے قبل ہی وہ راستہ پا نہیں سکتا،ہر لحاظ سے یہ کوتاہی مسافر کی ہوگی ،یہ کوتاہی راستے کی ہرگز نہ ہو گی،کیونکہ روئے زمین پر مطلوبہ راستہ ،موجود ہے،بالکل ایسے ہی قرآن مجید میں ہر طرح کے علوم موجود ہیں اگر کسی شئی سے متعلق علم نہ پاسکے تو یہ متلاشیان علم کی کوتاہی ہوگی نہ کہ قرآن مجید میں کوئی کمی یا نقص۔ہر صاحبِ علم وہنر اس کا دائرہ کار یا سطح و معیار کوئی بھی ہوقرآ ن کے سامنے خود کو ذرّہ اور قرآ ن کو سورج کہے گا۔قرآن میں ہر خشک وتر کا علمِ کامل موجود ہے۔قرآن ان حقائق اور سر بستہ رازوں کو بھی بے نقاب کرتا ہے جن کا تعلق حضورنبی اکرمﷺ کی حیاتِ ظاہری سے نہ تھا۔ یہ اور اس طرح کے ہزاروں دلائل قرآنِ مجید کے کلام الہٰی ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

> "Some years ago,the story came to us in Toronto about a man who was in the merchant marine and made his living on the sea. A Muslim gave him a translation of the Quran to read. The merchant marine knew nothing about the history of Islam but was interested in reading it, he brought to the Muslim and asked, "This Muhammad, was he a sailor?" He was impressed at how accurately the Quran describes the storm on a sea. When he was told, "No as a matter of fact Muhammad lived in a desert," that was enough for him. He embraced Islam on the spot.He was so impressed with the Quran's description because he had been in a storm on the sea and he knew that description had also been on the storm on the sea. The description of "…… a wave , over it a wave, over it clouds"(Sura Nur, 24:40)…….. was not someone imagining storm on a sea to be like would have written by someone who knew what a storm on the sea was like. This is one example of how the Quran is not tied to certain place and time. Certainly, the scientific ideas expressed in it also do not seem to originate from the desert fourteen centuries ago."[16]

’’کچھ سال پہلے ٹورینٹو سے ایک آدمی جو کہ سمندری تجارتی جہاز پر زندگی گذار رہا تھا،کے بارے میں ایک کہانی ہمارے پاس آئی۔ ایک مسلمان نےاسےقرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کے لئے دیا۔وہ تاجر اسلام کی تاریخ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔لیکن وہ اسے پڑھنےمیں دلچسپی لے رہا تھا۔وہ اسے مسلمان کے پاس لایا اور اس سے پوچھاکہ یہ محمدﷺکیا ملاح تھے؟وہ اس بات سے متاثر ہوأ کہ کس قدرصحیح طور پر قرآن سمندری طوفان کو بیان کرتا ہے۔جب اسے بتایا گیا کہ دراصل محمدﷺتو صحراء میں رہتے تھے،بس اس کے لئے اتنا کافی تھا ۔اس نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔وہ قرآن کے بیان سے بہت زیادہ متاثر ہوأ کیونکہ وہ ایک دفعہ سمندری طوفان میں تھا۔اور وہ ایک ایسا ہی طوفان تھا۔ایک موج کا بیان جس کے اوپر ایک موج اور جس کے اوپر بادل(سورہ نور،۲۴:۴۰)۔۔۔یہ سمندر پر طوفان کا تصور نہ تھا جو لکھا گیا بلکہ یہ وہ ہے جو سمندر ی طوفان کو حقیقت میں جانتاتھا۔یہ ایک مثال ہے کہ کس طرح قرآن کسی ایک زمان ومکان میں محصور نہیں۔یقینی طور پر سائنسی تصور جو اس مین بیان کیا گیا ہے آج سے چودہ سو سال پہلے صحرا ءمیں محال تھا۔ ‘‘ یہ حقیقت تو انسان کو ورطۂحیرت میں مبتلا کر دیتی ہے کہ امام المرسلیں حضرت محمدﷺ نے تریسٹھ سال پر مشتمل ایک مختصر سی عمر پائی مکہ سے طائف یا اس سے پہلے مکہ سے شام کے دو تجارتی سفر ایک بچپن میں اور ایک عین جوانی میں پہلا سفر تو بچپن کا وہ دور جسے غیر نبی تو کھیل کود کے علاوہ ہرشئی کی طرف عدم التفات میں گزارتے ہیں۔دوسرا سفر ایک تجارتی زمہ داری۔ ایسے میں آپ بظاہر تو اپنی فہم وبصیرت کو مظاہر فطرت کے مطالعہ کے لئے تو استعمال کرنے نہ گئے تھے آپ کی غرض تو تجارتی سامان کو ٹھکانے لگانا تھا۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر ہجرت ہرگام اپنے دامن میں طرح طرح کی صعوبتیں سمیٹے ہوئے تھا۔تبوک ،خیبر اور دیگر مقامات غزوات کی طرف آپ کے اسفار اور ان مقامات پر آپ کے قیام۔یہ سفروحضر رنج وآلام کےقصص سناتے ہیں۔ دوسری طرف قرآن مجید جو آپ کے قلب پاک پر نازل ہؤا زمین وآسمان کے مظاہر کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جسے بالتفصیل بیان نہیں کرتا۔یہ علوم کی وسعتیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ کلام اللہ رحمن ورحیم کا ہی ہے۔

<u>قرآن :اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا بے عیب کلام</u>

اللہ رب العزت سبحان ہے ہر طرح کے عیب سے،ہر طرح کی کوتاہی سے،ہر طرح کی خامی سے، ہر طرح کی کمزوری سے وہ ذاتِ والا صفات منزہ ومبّرا ہے،پاک ہے۔جبکہ انسان،غلطیوں، کوتاہیوں،خامیوں اور کمزوریوں کا پتلا ہے۔ایک ادنیٰ اوصاف کا متحمل انسان اگر اپنی ذات و صفات کا مطالعہ کرے ،اپنی حیثیت کا اپنے گردوپیش کے حوالے سے تعین کرے تو آن واحد میں کائنات کی اس سب سے اہم حقیقت کا اعتراف بھی کرے گا اور اعلان بھی کرے گا کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور سب

Miller, Gairi, Dr.TheAmazingQuran,pg:4,www.islamhouse.com [16]

کچھ ہو بھی سکتا ہے لیکن وہ رب العزت کا شریک بھی نہیں ہوسکتااور اس ہستی کا کسی بھی اعتبار سے اور اپنی حیثیت کے کسی بھی گوشے سے،ہمسر نہیں ہوسکتا۔انسان معہ جملہ مخلوقاتِ ارض وسماوات رب العزت کے حضور اپنے ہر وصف میں قاصر ہے۔قرآن مجید اللہ رب العزت کاکلام ہے۔اللہ رب العزت کی صرف صفت ہی نہیں بلکہ تمام تر صفات کی جلوہ گاہ ہے ۔اب انسان کلام الہٰی کا کیسے مقابلہ کر سکتا ہے ۔ انسانی ووضعی علوم وقوانین میں انسانی اوصاف پائے جاتے ہیں جبکہ قرآن جو کہ علمِ الہٰیہ اور دیگر صفاتِ الہٰیہ کا ترجمان ہے، اللہ رب العزت کی طرح بالکل بے عیب اور ہر طرح کی خامی اور سقم سے پاک ہے۔آنے والے وقت سے متعلق کسی کا علم اس طرح سچا ثابت نہیں ہؤا جو صداقت قرآنی پیش گوئیوں میں پائی جاتی ہے۔’’قرآن خدا کی کتاب ہے اسی نے اسے نازل کیا اور وہ ہی اس کلام کے ساتھ متصف ہے۔مخلوقات میں سے کسی شخص نے اسے نہیں بنایا اور نہ ہی کسی انسانی ہاتھ کا اس کلام کی تالیف اور ترتیب میں کوئی دخل ہے۔اس دعوے کے ثبوت میں قرآنِ عزیز کے ان اوصاف اور خوبیوں کو پیش کیا گیا جن کا ظاہر ہونا خدائی طاقت کے سوا کسی اور طاقت سے نا ممکن ہے چونکہ وہ اس وجہ سے ایسے کمالات پر حاوی ہے جن کی مثال مخلوقات میں سے کوئی شخص پیش نہیں کرسکتا۔اس لئے وہ کلام خدائی چیزوں کی طرح یگانہ اور بے مثل ہے۔یعنی جس طرح خدا کی طرف منسوب ہو نے والی چیزیں بے مثل اور یگانہ ہو تی ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی شخص اس کی نقل نہیں اتار سکتا۔بعینہٖ دنیا کی تمام علمی قوتیں قرآن شریف کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور اس کی نقل اتارنے سے قطعی طور پر مجبور اور درماندہ ہیں۔قرآنِ مجید کے ان اوصاف اور خصوصیات میں سے جن سے اس کا کلامِ الہٰی ہونا ثابت ہو تا ہے ایک صفت یہ ہے کہ اس میں بہت سے آئندہ آنے والے واقعات اور حالات کی ایسی اطلاعیں دی گئیں۔جن کا ظہورکبھی نہیں ہؤا اور ان میں سے ہر ایک پیش گوئی اپنے وقت پوری ہوتی رہی۔‘‘[17] کلام ، بحث وتکرار ،تحریرو تقریریا دلائل وبراہین معتبر نہیں ہو پاتے جب تک ان کا منبع ومصدر قرآن نہ ہو دلائل ادھورے ہی رہ جاتے ہیں۔ قرآن کی کسی آیت کے حوالے سے ہی پورے ہوتے ہیں۔’’دینِ اسلام میں علوم وفنون کی قدرو قیمت تب معتبر ہوتی ہے جب کہ اس کا مرجع قرآن وحدیث ہو علومِ عالیہ تو فی نفسہ مقصود با لذات ہے، اور علومِ آلیہ کا اصل مقصود قرآن فہمی اور حدیث دانی ہے۔‘‘[18] یہ بات عمومی مشاہدہ میں ہے کہ ہماری تاریخ میں کئی ایک ایسے ہیں جو کہ سائنسدان، فلسفی،ریاضی دان ، ماہرین طبیعات وکیمیا، معیشت دان یاماہرین عمرانیات تھے لیکن عامۃالمسلمین میں کوئی پذیرائی نہ ہوسکی کیوں کہ وہ قرآنی علوم میں دستگاہ نہیں رکھتے تھے۔

قرآنی علوم کی فہرست

وہ علوم جن کا قرآن میں بیان ہے یا وہ علوم جن کی قرآن نے آبیاری کی ہے ان کی تعداد کا احاطہ کرنا عالمِ امکان کے مظاہر میں سے نہیں ہے۔ایک عام سا انسان جسے کچھ بھی علم نہیں تو پر سوالات کرنے کے لئے کسی ایک علم میں مہارت رکھنے والے کو لگا دیا جائے لاکھوں سوالات ہونگے جن کا اس عام عادمی کو کوئی علم نہ ہوگا، ایسے ہی لاکھوں علوم ہیں جن سے متعلق اس عام آدمی کو کوئی علم نہیں جو وہ نہیں جانتا یہ اس کی لاعلمی کی ایک فہرست ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے کوئی ایک دو آدمی ہی ہیں ۔انسانوں کی لاعلمی کو جمع کیا جائے تو لاکھوں علوم ایسے ہونگے کہ انسان ان سے متعلق نہیں جانتا۔لیکن قرآنی علوم کی فہرست کا اندازہ قرآن مجید کے اس دعویٰ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ [19]

’’اور تعلیم دیتا ہے تمہیں جو تم نہیں جانتے‘‘

میں اس حقیقت کو عیاں فرما دیا گیا کہ ہرعلم قرآن میں موجود ہ ہے ۔ دوسری طرف کچھ علوم قرآن فہمی کے لئے از بس ضروری ہیں۔ان علوم کے بغیر قرآن کے معانی ومعارف کا صحیح ادراک ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں یوں تو قرآنی علوم میں سے ہر ایک بجائے خود انتہائی اہم ہے مگر کچھ علوم کی اہمیت کچھ اس طور سے ہے کہ ان کے بغیر قرآن فہمی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ یہ فہرست بھی خاصی طویل ہے تاہم تاریخِ قرآن،حفاظتِ قرآن ،قرآ ن کی جمع وتدوین،نزولِ وحی اور نزولِ کے اندازوطروق،اسبابِ نزول،ناسخ ومنسوخ،امثال القرآن،اقسام القرآن،محکم ومتشابہ،رسم الخط اور تجوید، حروفِ سبعہ،مکی ومدنی سورتیں،سفری وحضری ،لیلی ونہا ری ،صیفی وشتائی ،حقیقت ومجاز ،تشبیہ استعارہ،کنایات وتعریضات واسالیب وغیرہم کے علوم خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

> ’’علوم القرآن ایک وسیع وعریض علم ہے،اور اس میں علمِ تفسیر کے مبادی اور اصول واضح کئے جاتے ہیں۔قرآنِ کریم آنحضرتﷺ پر کس طرح نازل ہوتا تھا؟وحی کی حقیقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب کس ترتیب سے نازل ہوئی؟کتنے عرصے میں اس کا نزول مکمل ہؤا؟مکی اور مدنی سورتوں کا کیا مطلب ہے؟شانِ نزول کسے کہتے ہیں؟تفسیرِ قرآن میں اس کا کیا مطلب ہے؟قرآنِ کریم کی کوئی آیت منسوخ ہے یا نہیں؟قرآن کریم کے مختلف حروف اور قرأتوں کا کیا

---

[17] عثمانی، محمد مسلم،(س،ن).برہان التنزیل،ص:43،لاہور،ادارہ اسلامیات
[18] گڈھوی،محمد الیاس بن عبداللہ، ابوالقاسم،(س،ن).اجرائے بلاغت ِقرآنیہ،ص:6،انٹرنیٹ،معرفت اکیڈمی
[19]

مطلب ہے؟قرآنِ کریم کس قسم کے مضامین پر مشتمل ہے؟اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو کس طرح محفوظ رکھا ہے؟اور اس کی کتابت وطباعت کتنے مراحل سے گزری ہے؟قرآن کریم کی تفسیر کے کیا آداب اور اصول ہیں؟اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو صحیح طرح سمجھنے کا طریقہ کیا ہے؟اور اس میں کو ن سی غلطیاں انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں؟یہ اور اس قسم کے دوسرے سوالات کے مفصل جوابات علوم القرآن میں دیا جاتے ہیں۔''[20]

قرآن مجید کے ہم چار حقوق ہیں ،ان حقوق کا علم بھی قرآنی علوم میں آئے گا لیکن یہ خارجی علوم ہیں ۔ان علوم میں قرآن مجید کے پڑھنے کے علوم ہیں ،جن میں قرآن مجید کی تجویدوقرات کے علوم ہیں،اس کے بعد اس کو سمجھنا ہے یہ ہمارے اوپر دوسرا حق ہے اب معانی ومعارف تک رسائی حاصل کرنے کے لئے لغت اور اس کے لاتعداد معاون علوم کی ضرورت ہے،قرآن مجید کا تیسرا حق جو ہم پر وہ ہے اس پر عمل کرنا اعمال کی ترتیب واوقات اور طریق کار یہ بھی علوم ہیں جو خارجی اور داخلی دونوں طرح سے تعلق رکھتے ہیں ، اس کے بعد چوتھا اور آخری حق ہے اسے دوسروں تک پہنچانایہ ایک اہم مسئلہ ہے اور اس کے لئے بھی کئی ایک علوم درکار ہیں ۔اصل علوم کا سمندر تو قرآن مجید کے اندر ہے ۔

قرآنی علوم کی جماعت بندی

قرآن مجید جس وقت نازل ہو رہا تھا ، اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ اگرچہ اس کے مطالب و معانی کے سمجھنےمیں کسی معلم یا استاد کے محتاج تھے ، تاہم بعض بعض مقامات میں جہاں زیادہ اجمال ہوتا تھا یا کوئی قصہ طلب بات ہوتی تھی۔ لوگ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیا کرتے تھے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتوحات کی ترقی اور تمدن کی وسعت کی وجہ سے احکام میں نئی نئی صور تیں پیش آنے لگیں اور اس ضرورت سے قرآن مجید کی آیات احکامیہ پرغور و فکر کرنے کی ضرورت پڑی ، صحابہ میں سے جو لوگ علم و فضل میں زیادہ ممتاز تھے ، انھوں نے اس طرف زیادہ توجہ کی ، ان بزرگوں میں سے حضرت علی سب کے پیشرو تھے، ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس ، عبد اللہ بن مسعود ابی بن کعب ،زید بن ثابت ، ابو موسیٰ اشعری کا درجہ ہے ، حضرت عبد اللہ بن عباس کے حلقہ درس نے نہایت وسعت حاصل کی اور سینکڑوں، ہزاروں شاگرد پیدا ہو گئے ، ان میں سے مجاہد ، عطاء بن رباح، عکرمہ ، سعید بن جبیر ، سب سے ممتاز تھے ، ان بزرگوں کے سوا جن لوگوں نے فن تفسیر پر توجہ کی وہ حسن بصری، عطاء بن سلمہ خراسانی، محمد بن کعب القرظی، ابو العالیہ ، ضحاک بن مزاحم، قتادہ، زید بن اسلم، ابو مالک وغیرہ ہیں ۔ غالباً سب سے پہلے اس فن کی جس نے ابتداء کی وہ سعید بن جبیر تھے ، عبد الملک بن مردان نے ان سے تفسیر لکھنے کی درخواست کی ، چنانچہ انھوں نے اس کی فرمائش کے موافق تفسیر لکھ کر دربار خلافت میں بھیجی اور اس کا نسخہ دفتر شاہی میں داخل کیا گیا ، عطاء بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے ، وہ در حقیقت یہی تفسیر ہے۔

اس طبقہ کے بعد آئمہ مجتہدین اور ان کے ہم عصروں مثلاً سفیان بن عینہ ،شعبہ، یزید بن ہارون ، عبد الرزاق ، ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے تفسیریں لکھیں ، اس کے بعد عام رواج ہو گیا اور سینکڑوں، ہزاروں تفسیریں تصنیف ہو گئیں اور ہوتی رہیں۔تفسیر کے علاوہ قرآن مجید کے خاص خاص مباحث پر جدا گانہ اور مستقل تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ تفسیر سے بھی زیادہ مفید تھا، کسی نے صرف مسائل فقہیہ پر بحث کی کسی نے اسباب نزول پر کتاب لکھی، کسی نے صرف مسائل فقہ پر بحث کی کسی نے اسباب نزول پر کتاب لکھی، کسی نے صرف ان الفاظ کو جمع کیا جو غیر زبان کے الفاظ ہیں ، کسی نے امثال قرآنی کو یکجا کیا ، کسی نے آیات مکررہ کے نکات بیان کئے ، اس قسم کے مضامین کی تعداد ۸۰ ہزار کے قریب پہنچی اور قریباً ہر ایک پر الگ الگ مستقل تصنیفیں لکھی گئیں، ان مضامین میں سے بعض بعض پر تمام بڑے بڑے ائمہ فن نے طبع آزمائیاں کیں اور ہزاروں کتابیں تیار ہو گئیں۔ یہ تصنیفات اگرچہ بے شمار ہیں لیکن ان سب کو چھ قسموں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ فقہی ، جس میں صرف ان آیتوں کو یکجا کیا ہے جن سے کوئی فلمی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے ۔

مثلاً احکام القرآن اسماعیل بن اسحاق ، احکام القرآن ابو بکر رازی ،احکام القرآن قاضی یحیی بن اکلم

2۔ ادبی ، ان تصنیفات میں قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت کے اعتبارسے معجز اوربےنظیر ہونا ثابت کیا گیا ہے۔اسی سلسلے میں وہ تصانیف بھی شامل ہیں جوقرآن مجید کی حقیقت و مجاز ، تشبیات و استعارات،مکررات،وجوہ ترتیب،صنائع و بدائع وغیرہ وغیرہ پر لکھی گئیں۔

3۔تاریخی ، قرآن مجید میں انبیائے سابقین اور بزرگوں کے جو قصے مذکورہیں ، ان کی تفصیل اور مزید حالات ۔

4۔نحوی ، جس میں قرآن مجید کے نحوی مسائل سے بحث کی ہے ، مثلاً اعراب القرآن رازی وغیرہ

[20] عثمانی، تقی،(1415ھ).علوم القرآن،ص:18،کراچی،مکتبہ دار العلوم

5۔لغوی ، یعنی قرآن مجید کے الفاظ مفردہ کے معانی اور ان کی تحقیق مثلاً لغات القرآن ابو عبیدہ وغیرہ

6۔کلامی ، جن آیتوں سے عقاید کے مسائل مستنبط ہوتے ہیں، ان پر بحث ان مضامین میں سے فقہی مباحث پر جو کچھ لکھا گیا ۔ اس پر اضافہ کی بہت کم گنجائش ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر بڑے بڑے ائمہ فن نے طبع آزمائیاں کیں اورچونکہ شروع ہی سے ان مسائل کے متعلق الگ الگ فرقے بن گئے تھے ، کسی فریق نے تدقیق و تحقیق کا دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ، امام شافعی ، قاضی یحیی بن اکثم . (استاد ترمذی)

ابو بکر رازی ، جس پایہ کے لوگ تھے سب کو معلوم ہے ، ابو بکر رازی کی تصنیف آج بھی موجود ہے اور ہماری نظرسے گذر چکی ہے، اسی طرح لغات قرآن اور مسائل نحو یہ پر جو کچھ لکھا گیا ، اس سے بڑھ کر نہیں لکھا جا سکتا۔[21]

کچھ علمائے تفسیر نے ان علوم کی فہرست کو چند علوم تک محدود کیا ہےتاہم ان محدود پر ملکہ حاصل کرنے کے لئے انہیں لامحدود علوم کا ہی سہارا لینا پڑتا ہےشاہ ولی اللہ نے قرآنی علوم کو الفوز الکبیر میں پانچ علوم میں تقسیم کیا ہےلیکن یہ پانچ علوم ایسے ہیں کہ ان تک رسائی کے لئے لاتعداد علوم کی ضرورت ہے۔

علم الحکامِ من الواجبِ ولمبح ولمکروہِ والحرام من قسم العباداتِ اومن قسم المعاملاتِ اومن تدبیر المنزلِ اومن السیاسیہ المدنیۃ وتفصیل ھذا العلم منوط بذمۃ الفقیہ ۔

(ان پانچ علوم میں پہلا) علم الاحکام ہے یعنی واجب ، مندوب، مباح مکروہ اور حرام،(خواہ) عبادات کے قبیل سے ہوں یا معاملات کے قبیل سے یا تدبیر منزل یا سیاست مدنیہ سے متعلق ہوں اوراس علم کی تفصیل فقیہ کےذمہ کر دی گئی ہے۔‘‘[22] بعض علماء کے نزدیک یہ ایک جامع اصطلاح ہے اور قرآنِ مجید سے متعلق اور قرآنِ مجید کی تفسیر سے متعلق ہر قسم کے علوم کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔’’آخری رسولﷺ پر وحی سے متعلق علوم کو قرآنی علوم کہتے ہیں۔ جن میں نزولِ وحی،وحی کی جمع وتدوین ، ترتیب ونظم، اس کی کتابت، اسبابِ نزول،سورتوں کا مکی یا مدنی ہونا،ناسخ ومنسوخ،محکم ومتشابہ ہونا، اس کے علاوہ یہ اصطلاح احاطہ کئےہوئے ہے قرآن کی آیات کی وضاحت کرنا رسول اللہﷺ سے ،صحابہ سے،تابعین سے اور تبعِ تابعین سے اس کے علاوہ اس میں تفسیر کے طریقے مفسرین اور ان کی کتب کا علم بھی شامل ہے ۔‘‘[23] قرآنی علوم کی تقسیم سے متعلق علماء کا اختلاف ایک قدرتی سا امر لگتا ہے کہ انسان کی فکرونظر محدود ہے اور قرآنی علوم ومعارف لامحدود اب انسان جب اپنے محدود روحانی وقلبی وسائل کے ساتھ قرآن کا مشاہدہ کرے کا تو کیونکر اس کا احاطہ کر پائے گا ۔

قرآنی علوم کی ضرورت واہمیت

قرآن کریم کے اولین مخاطب رسولِ اکرمﷺ کی حیاتِ ظاہری کے دوران اہلِ مکہ اور ان میں صحابہ کرام کو شرف حا صل تھا کہ صاحبِ زبان ہونے کی وجہ سے قرآنی معانی و معارف سمجھنے میں آسانی تھی اور اس پہ مستزادیہ کہ انہیں اگر کوئی مسئلہ در پیش ہوتا تو دربارِ رسالتِ مآب میں حاضری کی سہولت واجازت عام تھی۔ اس سے بھی اہم شرف یہ تھا کہ انہوں نے ہر قرآنی حکم کو نمونۂ کمال کےعمل میں مشاہدہ کیا ۔اوریوں ہر طرح کے ابہام کے بادل چھٹتے جاتے تھے۔لہٰذا عہدِ رسالت میں ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی کہ قرآن فہمی کے لئے کوئی با قاعدہ تکنیکی ضابطہ تیار کیا جائے۔اس کے علاوہ معمولی توجہ کے بعد ہم اس حقیقت کا شعور پا سکتے ہیں کہ محمدرسول اللہﷺ کی تبلیغی سرگرمیوں کا روح رواں یہ امر تھا کہ عامۃالناس کے لئے آسانیاں پیدا کی جائیں،گویا آپ کی یہی کوشش ہؤاکرتی تھی کی ہر حکم کو اپنے قول و فعل سے آسان فرمادیں اور عام فہم پر لا کر سب کو سمجھا دیں ۔یہی کوشش آپ کے خلفاءواصحاب کے عمل میں بھی نظرآتی ہے۔عامۃ المسلمین یعنی عم اصحاب رسول کے ایک خاص عمل کی وجہ سے بھی قرآنی علوم کی ضرورت پیش نہ آئی وہ یہ کہ اصحاب رسول قرآنی حکم کے نزول کے بعد فوراً عمل کی طرف متوجہ ہوتے اور عمل میں مزید راہنمائی کے لئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کیا کرتے تھے۔’’شروع میں رسولِ کریمﷺاور حضرت ابوبکرؓ،حضرت عمرؓ،حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں قرآنِ مجید کی کوئی خاص شرح لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔قرآن عربوں کی مادری زبان میں تھا،اس کو وہ اچھی طرح سمجھتے تھے۔‘‘[24] اہل عرب میں سے پڑھے لکھے لوگ کی علمیت کا معیار قریش مکہ کے زبان وادب کی جانکاری تھا اور چونکہ قرآن قریش مکہ کی معیاری عربی میں نازل ہؤا اور اس کے اولین مخاطب بھی قریش ہی تھے اوردوسری اورسب سے اہم وجہ یہ تھی کہ رسول اللہﷺ صحابہ کرام کی اس مقدس جماعت میں موجود تھے جن کو ابتدائی طور پر قرآن مجید سے سروکار تھا اور ان کو قرآن مجید سے عشق کی آخری حد تک محبت اور احترام تھا،انہیں جونہی کوئی آیت سمجھ نہ آتی تو وہ رسول اللہﷺ سے دریافت کرتے اور اپنے سوالات سے متعلق تسلی بخش جوابات پاتے اور یوں کوئی شرح لکھنے کی ابتدائی طور پر ضرورت محسوس نہ کی

[21] شبلی نعمانی، (1999)۔مقالات شبلی،ج:1،ص:28،اعظم گڑھ ،انڈیا،دارالمصنفین،شبلی اکیڈمی
[22] ولی اللہ، شاہ،(س۔ن).الفوز الکبیر،ص:20،کراچی،قدیمی کتب خانہ
[23] صابونی،محمد علی،(1970ء).التبیان فی علوم القرآن،ص:12،بیروت
[24] انیس احمد، مولوی،(س،ن).انوار القرآن،ص:42،لاہور،انجمن خدام القرآن

گئی۔صحابہ کرام کے بعدقرآنی شرح وتفسیر کی ضرورت محسوس ہوئی تو ساتھ ساتھ قرآنی علوم وفنون کی بھی حسب ضرورت تدوین کا کام کیا جانے لگا۔

قرآنی علوم کی اہمیت: صحابہ کرام کے بعد

لیکن صحابہ کرامؓ اور تابعین کے بعد جذبۂ اطاعت واتباعِ رسول سرد پڑتا گیا اور قرآن فہمی کے براہِ راست ذریعہ (سنتِ رسول اللہﷺ)کی جگہ ذاتی آراء اور دیگر مادی وریاضیاتی علوم نے لینا شروع کردی۔اسلام کے سیلِ رواں نےجزیرۃالعرب کی حدودمیں محدود رہنے کی بجائے اکناف واطرافِ عالم کا رخ کیا۔عربی ناشناس اقوام نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کردیا، فتنۂ انکارِ سنت نے جنم لیا،فتنۂ حدیثِ موضوعہ نے اودھم مچایا،من گھڑت تفسیری اقوال کبائر صحابہ سے منصوب کئے گئےجس کے نتیجے میں اعتقادی وایمانیاتی اور قرآن سے احکام کی استخراجی واستنبا طی اغلاط نے جنم لیا ۔اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کسی طور سے عامۃالمسلمین میں آگہی اور شعور بیدار کیا جائے اس سے پہلے کہ کوئی بہت بڑا نقصان ہوجائے اہلِ حق نے قرآن فہمی اور استنباطی و استخراجی عمل کے لئےایک تکنیکی ضا بطہ وضع کیا اس ضابطے کو جسےمجموعی طور پر قرآ نی علوم کہتے ہیں، حفاظتِ قرآنِ مجید کا الٰہیہ امر دائرۂ عمل میں آیا۔

> "The companions who engaged in exegesis had several sources for understanding and interpreting the Quran: parts of Quranic text that explain other parts; information received from the Prophet, both oral and praxis; and their own understanding of what the Quranic text meant. They were also familiar with the language of the Quran, the overall social context of the revelation, the Prophet's way of thinking, and the norms, values and the customs of the Arabs, all of which provided them with a unique basis for making sense of the Quranic text within the overall framework of the emerging 'established practice' of the muslim community.
>
> The need for interpreting the Quran increased with the second generation of the Muslims, known as 'Successors', who were a more heterogeneous group. They include children of the companions brought up within the new religious environment, and Arabic speaking and non- Arabic speaking converts to Islam. Also the wider the gap between their era and the time of the Prophet, the stronger the need to address question of exegesis of the Quran."[25]

''وہ صحابہ جو تفسیر میں مشغول تھے ان کے پاس قرآن فہمی اورتفسیر کے کئی ذرائع تھے قرآنی متن اور تفسیر کے کئی ذرائع تھے قرآنی متن کے وہ حصے جو قرآن کے دوسرے اجزاء کی تفسیر کرتے تھے،رسول اللہ سے موصول دونوں زبانی اور عملی معلومات اور ان کی اپنی ذاتی سمجھ بوجھ کہ قرآن کے متن کا مطلب کیا ہے۔وہ قرآن کی زبان سے،وحی کے مجموعی طورپر سماجی سیاق و سباق سے،رسول اللہ ﷺ کے اندازِ فکر اور اہلِ عرب کی رسوم،اقدار اور رواج سے آشنا تھے یہ سب کچھ ان کو قرآنی متن سے ادراک کے لئے مسلم معاشرہ میں عملی دائرہ کار کے اندر، ایک بنیاد فراہم کرتا تھا۔مسلمانوں کی دوسری نسل جن کو تابعین کہا جاتا ہےان کے ہاں قرآن کی تفسیر کی ضرورت بڑھ گئی،جو کہ زیادہ مختلف الانواع طبقہ تھا،ان میں نئے مذہبی ماحول میں پروان چڑھنےوالی صحابہ کی اولاد تھی،اور عربی اور غیر عربی زبان بولنے والے،دائرۂ اسلام میں آنے والے لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے زمانی بعد کی وجہ سےقرآنی تفسیر کی ضرورت کا سوال بڑھتا گیا۔''رسول اللہﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران اس منبہ علم وحکمت سے صحابہ کرام سوال پوچھتے جاتے تھے اور اپنے قلوب و اذہان کو منور کرتے جاتے تھے اور عمل پر لگ جاتے تھے ان کے پاس اسقدر وقت نہ تھا کہ وہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف ملتفت ہوتےلہٰذا قرآنی علوم مدون نہ ہو سکے۔ اب اسلام اکناف عالم میں پھیل چکا تھا دوسری اقوام کی ثقافتی یلغار کا رخ اب اسلام کی طرف تھا طرح طرح کے علوم سے اسلام کا گھیراؤ کیا گیا۔اب مسلمانوں کے پاس تو قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی ایسا سہارا نہ تھا جس کے بل پر وہ وہ دوسری اقوام سے جدل ومناظرہ کر سکتے، لہٰذا قرآن مجید،توحید ورسالت اور دیگر عقائدبلکہ پورے اسلام اور قرآنی علوم کے تحفظ کے لئے قرآنی علوم کی تدوین کی گئی۔

قرآنی علوم کی جامعیت

[25] Saeed, Abdullah,(2010).Interpretting the Quran,pg:9,London,Routledge Tayler & Francis Group

قرآن بظاہر چند سو صفحات کی ایک مختصر،ایک ہی جلد پر مشتمل کتاب ہے لیکن حقیقت میں ہمارے لئے ہماری دنیوی اخروی کامیابی کے لئے نصاب ہے،امن وجنگ کا لائحۂ عمل ہے،جلوت وخلوت کے راہنما اصولوں کا مجموعہ ہے،انفرادی واجتماعی ہر دو زندگیوں کے لئے بیک وقت ضابطۂ اخلاق و عمل ہے،خارجی و داخلی شبِ ظلما ت کے لئے صبحِ نور کی نویدِ جانفزا ہے، باطل کی تاریکی وتیرگی کو مٹانے کے لئے آفتابِ عالمتاب ہے۔اس کے علاوہ آنکھ میں حیاء،عمل میں تقویٰ،زبان پر صدق،دل میں خشیتِ الٰہیہ،معاملات میں دیانت و شرافت،رفتار میں متانت،گفتارمیں حلاوت و ظرافت،فکر میں گیرائی وگہرائی،نظر میں رفعت ووسعت یہ سب کچھ اور مزید بہت کچھ اس مصحفِ مختصر یعنی قرآن کی بدولت ہے سمٹے تو چند اوراق میں پھیلے تو کل کائنات میں یہ سب کچھ قرآنی علوم کی بدولت ممکن ہؤا۔

علوم القرآن: علوم یقینیہ کی بنیاد

یقین اور یقین کے تمام تر مراتب صرف حق بات سے ہی منتج ہوتے ہیں ۔اور یہ طے ہے کہ قرآن سے بڑھ کر حق کیا ہوسکتا ہے جس میں باطل کا کہیں سے بھی امکان نہیں ۔قرآن میں میں علم یقین کے لئے جو کچھ درکار ہے سب کچھ ہے اور اور شکوک و ارتیاب جو کہ باطل کی فروعات میں سے ہیں اور بے یقینی اور اس کی جملہ کیفیات پیدا کرتی ہیں ، ان کا قرآن مجید میں گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ اللہ الحق کا کلام ہے۔ دوسرا یہ کہ قرآن کا موضوع انسان ہے اس کے علوم ومعارف کا تعلق انسان کی فطرت کے مطابق ہے اس میں کچھ بھی انسانی فطرت کے منافی اور متحارب نہیں۔قرآن انسان کو بے یقینی اور مخمصے کے سمندر میں غرقاب ہونے کے لئے چھوڑ نہیں دیتا بلکہ اس کو یقین کے ساحلِ مراد تک پہنچاتا ہے۔''یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام مطالب خواہ ان کا نفع فی الحال ہو یا ان کا انجام نفع بخش ہواور وہ مقاصد جو منقبت اور کمال کے اعتبار سے تمام مقاصد سے بلندوبالاہیں وہ صرف اور صرف دینی معارف اور یقینی علوم ہی ہیں۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ معارفِ دینیہ اور علومِ یقینیہ میں علمِ قرآن کی شان سب سے بلندوبالا ہے۔اس کے دلائل سب سے زیادہ مضبوط ہیں۔سلف صالحین نے اس میں اپنی بساط کے مطابق اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔اور اس کام میں ان حضرات سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ کیا۔یہ انہیں حضرات کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمر ہے کہ اس کی تحقیق کے لئے انہوں نے بہت سے علوم وضع کئے۔ان کے اصول وفروع مقرر کئے۔قرآنی علوم پر ان حضرات نے مختلف نہج پر کام کیا۔اس سے جس قدر شاخیں نکل سکتی تھیں،ان کو بیان کیا۔مختلف انواع کے علوم بتائے اور پھر ان کے لئے کتابیں مدون فرمائیں۔''[26]

ابتدائے اسلام میں اسلام عربوں کے پاس تھا ۔عرب قرآنی زبان و بیان کو بڑے آرام سے سمجھ جاتے تھے لیکن بعد میں عجمی دائرۂ اسلام میں آئے تواصل قرآنی عربی کو چھوڑ دیا گیا اور یوں قرآن کے مفہوم کو سمجھنا دشوار ہوتا چلاگیا۔اورعلمائے امت میں طرح طرح کے اختلافات شروع ہو گئے اختلافات نے جس قدر بھی شدت اختیار کی قرآنی آیت نے ہی اختلافات کی آگ کو ٹھنڈا کیا ۔آیات سے کیا ،کب اور کیسے کیسے استفادہ کرنا ہے ماہرین نے قرآنی علوم کی طرف خصوصی توجہ کی اور اپنی طرف سے کوئی گوشہ تشنہ نہ رہنے دیازیادہ کام تو عجمی ابحاث کی تسلی کے لئے کرنا پڑا۔اہل عرب تو کلام کے ہر طرح کے فنی محاسن کی بنیادوں سے پہلے ہی آگا ہ تھے اور ان کو قرآن مجید میں کلامی محاسن پا کر اس کے کلام الٰہی ہونے پر مزید ایمان وایقان نصیب ہؤا۔

> ''معلوم ہونا چاہئے کہ قرآنِ عظیم نہایت واضح خالص عربی زبان میں نازل ہوا ہے،اسی وجہ سے عرب اپنی فطری صلاحیت سے منطوق کلام کا معانی اچھی طرح سمجھتے تھے،لیکن جب عجمی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے اور اصلی عربی زبان چھوڑدی گئی،تو بعض جگہوں پر مرادِ خداوندی کو سمجھنا دشوار ہو گیا، جن کے اسباب مندرجہ ذیل رہے:
>
> ۱۔غریب لفظ کو نہ جاننا،۲۔ناسخ ومنسوخ کو نہ جاننا،۳۔اسبابِ نزول کو نہ جاننا،۴۔حذف مضاف اور حذفِ موصوف کا ہونا(جو مجازِ مرسل کے قبیل سے ہے)،۵۔ایک چیز کو دوسری چیز سے بدلنا(مجازِ مرسل، مجازِ عقلی اور استعارہ)،۶۔ایک اسم، فعل یا حرف کو دوسرے سے بدلنا،۷۔تقدیم ما حق التاخیر کا ہونا(علم المعانی)،۸۔ایک جملے کو دوسرے جملے سے بدلنا(مجازِمرکب مرسل)،۹۔ضمائر کے مراجع کا مختلف ہونا(علم البدیع)،۱۰۔تکرار کا ہونا(اطناب)،۱۱۔ایجازواختصار کا ہونا(ایجاز)،۱۲۔کنایہ کا استعمال(کنایہ)،۱۳۔تعریض کا اسلوب(کنایہ)،۱۴۔تشبیہ کا اسلوب(علم البیان)،۱۵۔مجازِ عقلی کا اسلوب اختیار کرنا(مجاز)۔''[27]

قرآن الٰہیہ صفات کا مظہرِ جمال ہے اور چونکہ رب العزت کے افعال واعمال کابیان ہے لہٰذا زبان وبیان کا عظیم المرتبت ہونا ایک ضروری اور ناگزیر تقاضا بھی تھا جوکہ قرآن نے پورا کیاوہ تمام تر فنی محسن جو کسی کلام کو مزین کرتے ہیں ،وہ اگر کسی کے کلام میں پائے جائیں تو اسے کلام کامل وحسین کہا جائے گا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کلام جس کا موضوع تو انسان ہو

---

[26] تفسیراتِ احمدیہ،ص:16

[27] الفوز الکبیر،ص:40

اور اس کے اندر وہ جواہر موجود نہ ہوں جسے انسان نےبحیثیت بیش قیمت طاق ایمان وایقان میں سجا رکھا ہو۔کلام کے تمام تر اعجاز جو فرداً فرداً یا دو دو تین تین یا اس سے بھی زیادہ کسی کے کلام میں موجوجود ہوں،جن سے کلام کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے ، وہ سب قرآن مجید میں مجتمع ہیں اور تا قیام قیامت جو محاسن کلام ایجاد ہوں گے جن تک ابھی انسان کی رسائی نہیں ،وہ بھی قرآن مجید میں موجود ہیں اور یہ قرآن مجید میں کچھ اس طور سے موجود ہیں کہ کسی کا کلام ان محاسن کے میدان میں قرآن مجید کا مقابلہ نہیں کرسکتایہ قرآن مجیدکے کلام اللہ ہونے کی حیثیت کا ایک تقاضا بھی تھا کہ قرآن مجید محاسن کے ہر ہر گوشہ سے بے نظیروبے مثال ہوتااور جوکہ ہے۔اللہ سبحان ہے ۔ہرعیب سےپاک ،ہر کمزوری سے منزہ اور ہر کمی سے مبراتو اس کا کلام بھی اسی عظمت کا حامل ہونا چاہئے۔قرآنی محاسن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ اپنے قاری کا وقت ضائع نہیں کرتا ، یہ اپنے قاری کادامن ثروت علم سے بھر دیتا۔اس سے استفادہ تبھی ممکن ہے کہ قاری قرآنی علوم کا فہم وادراک رکھتا ہو۔یہ ایک مظہر ہے جبکہ دوسری طرف قرآن میں انسان کی ہرطرح کی مشکلات کا حل ہے جس نے اس کے علاوہ کی طرف رجوع کیا یا بھروسہ کیا اسے ہدایت نہ ملے گی۔اس سب کچھ کے لئے قرآن سے استنباط کرنے کی ضرورت ہےاور یہ تو قرآنی علوم سے ہی ممکن ہے۔

> ’’اللہ تعالیٰ کے افعال واعمال تمام علوم کا سر چشمہ ہیں۔قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کےافعال وصفات کا بیان ہے۔ کیونکہ ان علوم کی انتہا نا معلوم ہے۔اس لئے قرآن میں غوروفکر کرنے کی ضرورت ہے۔محض تفسیرِ منقول وظاہر سے یہ ضرورت پوری نہیں ،نظریات اور معقولات میں جو کچھ اختلافات ہیں،اور مخلوق کی جتنی بھی مشکلات ہیں قرآن میں ان کی طرف اشارہ کیا گیاہے،اہلِ فہم ہی یہ اشارات سمجھ سکتے ہیں ظاہری ترجمہ اور تفسیر یہ اشارات واضح نہیں ہوتے، چنانچہ آنحضرتﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو۔حضرت علیؓ سے ایک طویل روایت منقول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرتﷺ فرماتے ہیں کہ قسم ہے خدائے برحق کی جس نے مجھےنبیﷺ بنا کر بھیجا ہے کہ میری امّت اپنے اصلی دین اور جماعت سے منحرف ہو کر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی،یہ سب فرقے گمراہ ہونگے،لوگوں کو گمراہ کریں گے اور دوزخ کی طرف بلائیں گے،جب ایسا ہو تو تم قرآنِ کریم کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔اسلئے کہ اس میں ماضی کی خبریں بھی ہیں اور مستقبل کی پیش گوئیاں بھی ہیں۔اس میں تمہارے معاملات سے متعلق احکام بھی ہیں۔جو ظالم وجابر لوگ اس کی مخالفت کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں توڑ کر رکھ دیں گے۔جو شخص کتاب اللہ کے علاوہ کسی چیز میں علم تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کرے گا۔‘‘[28]

ہم میں سے ہر کوئی جب کلام کرتا ہے تو اپنی حیثیت اور مقام کو مدنظر رکھ کر بات کرتا ہے ۔ایک استاد جب اپنے تلامزہے سے گفتگوکرتا ہے تو اسے اپنے مقام اور منصب کا پاس ہوتا ہے کہ میرے تلامذہ میری بات سن کر عمل کرتے ہیں ان کی کردار سازی میں میری گفتگوکوئی اہم کردار بھی اداکرسکتی ہے لہٰذا مجھے اپنے منصب کو ملحوظ خاطر رکھ کر بات کرنا ہوگی۔یہ احتیاط اور یہ انتظام اس کاجس سے غلطی کا امکان بھی اور وہ لاتعدادکمزوریوں کے ساتھ پیدا کیا گیا جس کا اپنے تلامذہ کے ساتھ محبت اور شفقت کا تعلق تو ضرور ہوسکتا ہے لیکن وہ سبحان بھی نہیں اور رحمٰن ورحیم بھی نہیں ۔اللہ رب العزت انسان کا خالق بھی ہے ،وہ سبحان بھی ہے اور اپنے بندوں پر رحمٰن ورحیم بھی ہے۔انسان کو ہر آن نئے نئے مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اب ان مسائل کے حل کی تلاش انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے اور ضرورت بھی۔مسائل کے حل کی کوشش تو ہر ایک کے ہاں ملتی ہے ، ہر فلسفی کے ہاں اور ہر مصلح کے ہاں مسائل کے حل کی تلاش کی جاتی ہے ،مسئلہ ایک ہی ہوتا ہے لیکن حل مختلف پیش کیا جاتا ہے ۔فلسفہ کا اپنا طریق کار ہوتا ہے اور مصلحین ادیان عالم اپنا نکتہ نظر رکھتے ہیں۔قرآن مجید کے علاوہ ہر حل الجھاؤ پیدا کرکے مزید گمراہی پر منتج ہوگا۔

<u>قرآنی علوم کی ضرورت: عصرِ حاضر میں</u>

قرآن سے استنباط واستخراج کے لئے قرآنی علوم پر ملکہ شروع سے ہی نہایت اہم سمجھا جاتا رہا ہے۔علمائے حق نے قرآنی علوم پر کامل دسترس کا انتظام کیااور شرع ودین کو عامۃالمسلمین کے لئے آسان بنایا لیکن آج کے اس پر فتن دور میں قرآنی علوم کی اہمیت کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے۔عفریتِ دہریت و اشتراکیت اورفتنۂ استشراقیت و مغربیت کی نام نہاد علم دوستی نے نہ صرف عامۃالمسلمین بلکہ علما ء کے ایک مخصوص طبقہ کو بھی چھوکرمخبوط الحواس بنا کے رکھ دیا۔قرآنی علوم سے نا آشنا،سطحی ونا تمام اور ناقص اور ادھورے علم کے شترِ بے مہار پر سوار ہو کر،نیم ملا خطرۂ ایمان کا مصداق کچھ لوگ مفسر بن کر دشتِ ظلمات میں اس قدر دور نکل گئے کہ گمراہی کو ہی اپنا وطن بنا لیا اور دینِ حق کی دشمنی میں، چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے وہ کچھ کر گزرے جوعبداللہ بن ابیٔ اور ابنِ سبا جیسے بد طینت دشمنان اسلام بھی نہ کر سکے۔عامۃالمسلمین نے سمجھا کہ ہمارے لئے کفروالحاد کی یلغار کا مقابلہ کر رہے ہیں۔جبکہ حقیقت تو یہ کہ وہ اہلِ اسلام کی صفوں میں گھس گئے۔شیرازۂ وحدتِ ملتِ بیضا کو پارہ پارہ کر دیا۔یہی امر یعنی قرآنی علوم سے نا آشنا ہونا ہی ایک ایسا عامل ہے کہ نت نئے فرقے جنم لے رہے ہیں۔چونکہ صیاد

---

[28] غزالی،محمد بن محمد،امام،(س،ن).احیاء العلوم،ج:1،ص:499،لاہور، ادارہ اسلامیات

کے ہاتھوں میں قرآن ہے اور سادہ لوح عوام دروسِ قرآن کے دامِ ہم رنگِ زمیں میں گرفتار ہو کر بڑی آسانی سے دین وایمان کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

> ’’جس کو دیکھو قرآن سنا کر اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہےجاہل سے جاہل بھی اپنے آپ کو علامۂ زماں سمجھ کراکابرینِ اسلام بلکہ صحابہ کرام کی ذاتِ بابرکات پر بھی زبان طعن دراز کئے بغیر نہیں چوکتااور اپنے مقصد کے لئے قرآنِ کریم ہی کو پیش کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہے۔اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں بے دینی پھیلا رہا ہےیہی وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے اس وقت زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہےخوش قسمت ہے وہ شخص جو اس وقت دین سلامت لے گیا۔‘‘[29]

آج ہم فرقہ واریت کا شکار ہو کر پارہ پارہ ہو چکے ہیں ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب اہل اسلام سلک وحدت میں پروئے جائیں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ ہم اپنے مسائل کا حل صرف اور صرف قرآن سے تلاش ہی نہ کریں بلکہ یہ یقین رکھیں کہ قرآن ہی ہمارے مسائل کا حل ہے ،اب مسئلہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو اپنے مسائل کے تعاقب میں کیسے لگایاجائے،قرآن مجید تو ہمیں باور کراتا ہے کہ ہر پیش آمدہ مسئلے کا حل قرآن مجید میں ہے اور ہم ہیں کہ ہمیں کچھ سجھائی دیتا ہے نہ دکھائی اور دوسری طرف یہ کہ قرآن اپنے مؤقف سے سرمو بھی انحراف کرنے کو تیار نہیں ۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا[30]

اب جبکہ یہ طے ہوگیا کہ مسائل کو حل کرنے کی اور کوئی راہ نہیں ، صرف اور صرف قرآن مجید ہے ، ادھر سے کچھ مل نہیں رہا ،قرآن پر ایمان کہ یہی آخری نظام رشدو ہدایت ہے ،پھر بھی نت نئے مسائل کا شکار،ہمیں مار اس وجہ سے پڑ رہی ہے کہ ہم نے قرآنی اسلوب اور علوم سے اعراض کیا ۔رہ گئی ہدایت تو یہ قرآنی اسلوب اور علوم القرآن میں مہارت سے ہی ممکن ہے ورنہ ادھورا علم تو ہر ایک کو الگ حل دے گا جو مزید مسائل کا مؤجب ہوگا۔

<u>قرآنی علوم سے نا آشنائی کے نقصانات</u>

اہل علم کی قدرومنزلت کو دیکھ کر ہر کہ وخس ان کے کام کرنا شروع کردے تو اس سے قومی وملی نقصان لازم ہوگا،یہ واردات خاص طور پر ماضی قریب میں سرزد ہوئی۔ مفسرین جو قرآنی علوم سے نا آشنا ہیں ،ان کی نیت درست ہوگی اور وہ واقعی قرآن کی اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کرنا چاہتے ہونگے لیکن جب قرآن کا ترجمہ وتفہیم بیان فرما رہے ہوتے ہیں یا لکھ رہے ہوتے ہیں تو سننے یا پڑھنے والے ایک عجیب وغریب تذبذب اور مخمصے کا شکا ر ہو جاتے ہیں۔وہ ایک نا قابلِ بیان حال میں چلے جاتے ہیں کہ اس حال میں انہیں نہ کچھ دکھائی دیتا ہےاور نہ ہی کچھ سجھائی۔ان کی آنکھوں میں آنسوکیا نمی کے آثار بھی نہیں،وجد کیا وہ تو تھوڑا سا چوکنا بھی نہیں ہوتے ، رونگٹے کھڑے کیا ہوتے انہیں تو ہلکی سی جھرجھری بھی نہیں آتی،انہیں کچھ احساس نہیں ہوتا وہ کوئی تاثیر نہیں لے پاتے،ایسے میں وہ اس ڈرسے کہ ایمان با الکتاب پر کوئی زدنہ پڑے،کچھ کہہ نہیں پاتے لیکن سوچتے ضرور ہیں کہ کیا واقعی یہ وہ کتاب ہے جس کی عظمت و جلالت کوحکیم الامت نے اس طرح بیان کیا ہے:

اے دخترِ اسلام،اے خواہرِ فاروق !

تو نمی دا نم کہ سوزِ قرأت تو دگر گوں کرد تقدیر عمر را

(اقبال)

ان کی ان کاوشوں میں قرآنی علوم کے فہم وادراک کا فقدان ہوتا ہےقرآن پر اندھا دھند ٹوٹ پڑھنے سے اور صرف ظاہری ترجمہ پر تکیہ کرنے سے قرآن کے کلامی اور فنی محاسن سے ناآشناہونے کی وجہ بھر پور استفادہ ناممکن ہے۔’’اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظی ترجمے کی چھلنی صرف دوا کے خشک اجزاء کو اپنے اندر سے گزرنے دیتی ہے۔رہی ادب کی وہ تیزوتند اسپرٹ جو قرآن کی اصل عبارت میں بھری ہوئی ہے،اس کا کوئی حصہ ترجمے میں شامل ہونے نہیں پاتا۔وہ اس چھلنی کے اوپر ہی سے اڑ جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن کی تاثیر میں اس کی پاکیزہ تعلیم اور اس کے عالی قدر مضامین کا جتنا حصہ ہے،اس کے ادب کا حصہ بھی کچھ کم نہیں ہےیہی تو وہ چیز ہے جو سنگ دل سے سنگ دل آدمی کا دل بھی پگھلا دیتی تھیجس نے بجلی کے کڑکے کی طرح ساری زمین ہلا دی تھیجس کی قوتِ تاثیر کا لوہا اس کے شدید ترین مخالفین تک مانتے تھے اورڈرتے تھے کہ یہ جادو اثر جو کلام سنے گا وہ بالآخر نقدِ دل ہار بیٹھے گایہ چیز اگر قرآن میں نہ ہو تی اور وہ اسی کی طرح کی زبان میں نازل ہؤا ہوتا جیسی اس کےترجموں میں ہم کو ملتی ہے،تو اہلِ عرب کے دلوں کوگرمانے اور نرمانے میں اسے ہرگز کامیابی حاصل نہ ہو سکتی جو

---

[29] نعیمی، احمد یار خاں،(س،ن).علم القرآن،ص:5،لاہور،قادری پبلشرز
[30] القرآن، 48:6

فی الواقع اسے حاصل ہوئی۔‘‘[31] اسلامی معاشروں میں زیادہ تر جہالت اس وجہ سے پھیل رہی ہے کہ جعلی نظریات و خیالات کو ترویج دینے کے لئےاور ان میں قوت صواب پیدا کرنے کے لئے منسوخ آیات یا متشابہات آیات کا سہارا لیا جاتا ہے اور یوں فتنہ جو فتنہ انگیزی کے لئے اپنی جہالت پر مبنی تاویلات کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام ضلالت کا شکار ہورہے ہیں۔

[31] مودوی، ابوالاعلیٰ،(2001ء).تفہیم القرآن،ج:1،ص:9،لاہور،ادارہ ترجمان القرآن